ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY

USMAN NOTES
www.usmannotes.com

Name:

Registration No.:

Course Code: 2964

Program: BS

Semester: Autumn 2026

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

(شعبہ شریعہ، کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ)

کورس: منتخب آیات الاحکام (2964) • سطح: بی ایس (علوم اسلامیہ تخصص شریعہ)

سمسٹر: خزاں 2026

امتحانی مشق نمبر 2 (یونٹ 5 تا 9)

کل نمبر: 100 • کامیابی کے نمبر: 0

حل شدہ اسائنمنٹ گائیڈ

Reference &For Study — SOLVED ASSIGNMENT GUIDE

نوٹ: یہ گائیڈ صرف مطالعہ اور حوالے کے مقصد کے لیے تیار کی گئی ہے۔ طلبہ کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ کورس کی کتاب کے متعلقہ یونٹس غور سے پڑھیں، تصورات کو اچھی طرح سمجھیں اور پھر اسائنمنٹ اپنے الفاظ میں لکھیں۔ اس گائیڈ کو ہو بہو نقل کرنے کے بجائے اپنی فہم کے مطابق تحریر کریں۔ جہاں کسی دینی یا قانونی مسئلے میں قطعی رائے درکار ہو وہاں اہلِ علم اور مستند علماء کی طرف رجوع کریں۔

سوال نمبر 1: نکاح اور طلاق کے احکام اور خاندانی استحکام میں ان کا کردار (20 نمبر)

سوال نمبر 1: نکاح اور طلاق کے احکام کا تفصیلی جائزہ لیں اور خاندانی استحکام میں ان کے کردار کو واضح کریں۔ (20)

تعارف

نکاح اور طلاق آیات الاحکام کے ان اہم ترین ابواب میں سے ہیں جن کا تعلق براہ راست خاندان کے قیام اور اس کے ممکنہ اختتام سے ہے۔ قرآن مجید نے نکاح کو محض ایک سماجی رسم نہیں بلکہ میثاق یعنی پختہ عہد قرار دیا ہے، جبکہ اس کے مقابل طلاق کو جائز ہونے کے باوجود ناپسندیدہ عمل کہا گیا ہے۔ اس جواب میں پہلے نکاح کا مفہوم، اس کے ارکان و شرائط اور اہم احکام بیان کیے جائیں گے، پھر طلاق کی اقسام، طریقہ اور اس سے متعلق عدت و رجوع کے احکام کا جائزہ لیا جائے گا، اور آخر میں یہ واضح کیا جائے گا کہ یہ دونوں قسم کے احکام مل کر خاندانی استحکام کی حفاظت کیسے کرتے ہیں، یعنی نکاح خاندان کو پائیدار عہد کے ساتھ جوڑتا ہے اور طلاق کے سخت قواعد اس رشتے کو ٹوٹنے سے بچانے کی آخری حد تک کوشش کرتے ہیں۔

نکاح کے احکام

نکاح شرعاً ایک ایسا عقد ہے جس سے مرد و عورت کا باہمی تعلق حلال و جائز ہو جاتا ہے اور دونوں پر حقوق و فرائض عائد ہو جاتے ہیں۔ اس کے بنیادی ارکان ایجاب و قبول ہیں جو ایک ہی مجلس میں گواہوں کی موجودگی میں ہوتے ہیں؛ فقہاء کے نزدیک دو عاقل گواہوں کی موجودگی نکاح کی صحت کی شرط ہے تاکہ رشتہ خفیہ نہ رہے اور اعلانیت قائم ہو۔ ولی کی حیثیت کے بارے میں فقہاء میں تفصیلی بحث ہے، مگر مشترکہ مقصد یہی ہے کہ شادی خاندانوں کے علم و رضا کے ساتھ ہو۔ مہر عورت کا لازمی حق ہے جو نکاح کے ساتھ واجب ہو جاتا ہے؛ قرآن نے اسے صداق کہا ہے اور اسے خوش دلی سے ادا کرنے کا حکم دیا ہے، یہ عورت کی مالی خود مختاری کی بنیاد ہے۔ محرمات یعنی جن عورتوں سے نکاح ہمیشہ یا عارضی طور پر حرام ہے، ان کی تفصیل سورۃ النساء میں بیان ہوئی ہے، جن میں نسبی، سسرالی اور رضاعی رشتے شامل ہیں، اور اس ممانعت میں خاندانی نظام کو بگاڑ سے بچانے کی حکمت ہے۔ میاں بیوی کے باہمی حقوق میں نان و نفقہ شوہر کے ذمے ہے، بیوی کا حقِ مہر اور مہربانی و حسنِ سلوک دونوں کی مشترکہ ذمہ داری ہے، اور قرآن نے زوجین کے تعلق کو لباس سے تعبیر کر کے قربت اور پردہ پوشی کا جامع تصور دیا ہے۔ تعددِ ازواج کے بارے میں آیات نے سخت عدل کی شرط کے ساتھ محدود اجازت دی ہے اور عملی مشورہ

واحدانیت کی طرف ہی دیا ہے۔ ان احکام کا مجموعی رخ یہ ہے کہ نکاح کو ہلکا کھیل بنانے کے بجائے اسے قانونی ریکارڈ، مالی ضمانت اور اخلاقی عہد کے ساتھ ایک محفوظ ادارہ بنایا جائے۔

طلاق کے احکام

طلاق نکاح کے عقد کو شرعی طریقے سے ختم کرنے کا نام ہے، اور اسلام نے اسے ایک چارہ کار کے طور پر رکھا ہے۔ قرآن نے اس کا جو ضابطہ بیان کیا ہے وہ تدریج اور غور و فکر سے بھرپور ہے: طلاق دو مرتبہ کی گنجائش کے ساتھ ہے، اس کے بعد یا تو بھلائی سے روک لیا جائے یا خوش اسلوبی سے رخصت کیا جائے۔ طلاق کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ وہ ایسی طہر میں دی جائے جس میں خلوت نہ ہوئی ہو، اور عدت کا حساب اسی سے جڑا ہوا ہے۔ عدت طلاق کی صورت میں تین حیض یا تین ماہ مقرر ہے جس کے مقاصد میں حمل کی وضاحت کے ساتھ سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ دونوں فریقوں کو سرد پڑنے اور رجوع پر غور کرنے کا پورا وقت ملے۔ عدت کے دوران رجوع کا حق شوہر کو حاصل ہوتا ہے اور اس دوران بیوی کا رہن سہن شوہر کے ذمے رہتا ہے، جس سے صلح کی عملی فضا برقرار رہتی ہے۔ تین طلاقوں کے مکمل ہو جانے کے بعد رشتہ مکمل طور پر ختم ہو جاتا ہے اور اس صورت میں نئے نکاح کی شرائط قرآن نے واضح کر دی ہیں تاکہ طلاق کو مذاق نہ بنایا جا سکے۔ عورت کے لیے خلع کا راستہ بھی رکھا گیا ہے جب وہ کسی وجہ سے رشتہ نبھا نہ سکے، اور اسی طرح حکم یعنی ثالثی کا ادارہ مقرر کیا گیا ہے کہ اختلاف کی صورت میں دونوں خاندانوں سے ثالث مقرر ہوں، اگر وہ صلح چاہیں تو اللہ توفیق دے دیتا ہے۔ ہر مرحلے پر قرآن نے احسان، معروف اور عورت کی مالی و اخلاقی عدمِ تنگی کی تاکید کی ہے، مثلاً طلاق کے بعد بھی متاع و نفقے کے مناسب احکام بیان ہوئے ہیں۔ یہ تفصیلات بتاتی ہیں کہ اسلام میں طلاق دروازہ تو ہے، مگر اس دروازے تک پہنچنے سے پہلے صلح، ثالثی، انتظار اور رجوع کی کئی منزلیں رکھ دی گئی ہیں۔

جدول 1: نکاح و طلاق کے اہم احکام — ایک نظر میں

طلاق کے احکام	نکاح کے احکام	موضوع
آخری چارہ کار؛ ناپسندیدہ مگر جائز	میثاقِ غلیظ: پختہ عہد	بنیادی وصف

طہر کی حالت، عدت، مرحلہ وار تدریج	ایجاب وقبول، گواہ، مہر	شرائط
عدت کا نفقہ، مناسب متاع، مہر کی عدم واپسی	مہر عورت کا حق؛ نفقہ شوہر پر	مالی حقوق
حکم (ثالث)، رجوع، عدت میں رہنا	ولی، اعلانیت، خاندانی شرکت	صلح کا نظام
تین طلاق کے بعد مکمل علیحدگی	محرمات کی مستقل حدود	خاتمے کی حد

خاندانی استحکام میں ان احکام کا کردار

ان احکام کا خاندانی استحکام میں کردار کئی سطحوں پر ظاہر ہوتا ہے۔ پہلی سطح قانونی تحفظ کی ہے: گواہوں، مہر اور لکھے گئے شرائط رشتے کو غیر ذمہ دارانہ اور خفیہ تعلقات سے الگ کر کے عورت اور بچوں کو معاشی و سماجی تحفظ دیتی ہیں، اور محرمات کی حدود خاندانی ڈھانچے کو اندرونی بگاڑ سے بچاتی ہیں۔ دوسری سطح اخلاقی بندش کی ہے: نکاح کو عہد اور میاں بیوی کو ایک دوسرے کا لباس قرار دے کر شریعت نے جذباتی و نفسیاتی مضبوطی پیدا کی، جس سے وقتی ناچاقی کو رشتہ توڑنے کا بہانہ بننے سے روکا جاتا ہے۔ تیسری سطح طلاق کے ضابطے کی ہے: عدت، رجوع، ثالثی اور مرحلہ واری نے طلاق کی شرح کو روکنے کا عملی انتظام کیا ہے، کیونکہ جذبات کی آنی جب گزر جاتی ہے تو بیشتر اختلافات ٹھنڈے ہو جاتے ہیں؛ جدید خاندانی قانون سازی بھی اسی دانش کو اپنا رہی ہے کہ طلاق سے پہلے صلح و انتظار کا وقفہ لازمی رکھا جائے۔ چوتھی سطح انصاف کی ہے: خلع اور عورت کے مالی حقوق نے رشتے میں یک طرفہ ظلم کی صورت میں نکلنے کا باعزت راستہ دیا ہے، کیونکہ استحکام کا مطلب محبوس رکھنا نہیں بلکہ باہمی رضا و انصاف سے جڑے رہنا ہے۔ مطالعات اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ جن معاشروں میں شادی کی قانونی دستاویز بندی، مالی حقوق اور صلح کے ادارے مضبوط ہوتے ہیں وہاں خاندانی ٹوٹ پھوٹ کم ہوتی ہے، اور اس کے برعکس پاکستان جیسے معاشروں میں طلاق کی بڑھتی شرح کا بڑا سبب انہی احکام سے ناواقفیت، جلد بازی اور ثالثی کے فقدان کو قرار دیا جاتا ہے۔ یوں یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ احکام خاندان کو دو طرف سے محفوظ کرتے ہیں: داخل ہونے کا معاملہ پختہ، اور نکلنے کا راستہ مشکل و مرحلہ وار۔

خلاصہ و نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ نکاح کے احکام یعنی ایجاب و قبول، گواہان، مہر، نفقہ اور محرمات کی حدود درشتے کو قانونی، مالی اور اخلاقی مضبوطی دیتے ہیں، جبکہ طلاق کے احکام یعنی مرحلہ واری، عدت، رجوع، ثالثی اور خلع علیحدگی کو آخری اور انصافانہ حل بناتے ہیں۔ خاندانی استحکام انہی دونوں کا مجموعی ثمر ہے: نکاح عہد کی پابندی سے جوڑتا ہے اور طلاق کے قواعد جذبات کی سرسری لہر کو ٹھنڈا ہونے کا وقت دیتے ہیں۔ طالب علم کے لیے نتیجہ یہ ہے کہ ان احکام کو محض فقہی مسائل کے طور پر نہیں بلکہ ایک مکمل خاندانی نظام کے طور پر سمجھنا چاہیے جس کا مقصد محفوظ گھر، ذمہ دار والدین اور پرسکون نسل کی تربیت ہے۔

سوال نمبر2: رضاعت اور حضانت کے مسائل اور بچوں کے حقوق کے تحفظ میں ان کی اہمیت (20 نمبر)

سوال نمبر2: رضاعت اور حضانت کے مسائل کی وضاحت کریں اور بچوں کے حقوق کے تحفظ میں ان کی اہمیت کو جانچیں۔ (20)

تعارف

بچپن انسانی زندگی کا وہ مرحلہ ہے جس میں انسان مکمل طور پر دوسروں کی نگہداشت کا محتاج ہوتا ہے، اس لیے اسلام نے بچے کے حقوق کو اس کی پیدائش سے پہلے ہی قانونی تحفظ دیا ہے۔ اس تحفظ کے دو اہم ترین ادارے رضاعت یعنی دودھ پلانا اور حضانت یعنی پرورش و نگہداشت ہیں، جن کا ذکر سورۃ البقرہ اور سورۃ الطلاق کی آیات میں تفصیل سے آیا ہے۔ اس جواب میں پہلے رضاعت کا مفہوم، مدت، اجرت اور اس سے پیدا ہونے والی حرمت بیان ہو گی، پھر حضانت کا مفہوم، حق داروں کی ترتیب اور اس کی شرائط واضح کی جائیں گی، اور آخر میں اس بات کا جائزہ لیا جائے گا کہ یہ دونوں ادارے بچے کے جسمانی، نفسیاتی اور سماجی حقوق کی حفاظت میں کیا کردار ادا کرتے ہیں اور عصری صورت حال میں ان کی اہمیت کیوں بڑھ گئی ہے۔

رضاعت کے مسائل

رضاعت سے مراد شیر خوار بچے کو دودھ پلانا ہے، اور قرآن نے اس کی مکمل مدت دو سال مقرر کی ہے، البتہ والدین کی باہمی رضامندی اور مشورے سے اس سے پہلے دودھ چھڑانا بھی جائز رکھا گیا ہے۔ رضاعت کے احکام میں پہلا اصول یہ ہے کہ یہ ماں کا اخلاقی و شرعی فریضہ اور بچے کا حق ہے، جسے کسی اختلاف کی صورت میں بھی معطل نہیں کیا جا سکتا؛ قرآن نے علیحدگی کی حالت میں بھی تاکید کی ہے کہ کوئی ماں اپنے بچے کی وجہ سے نقصان نہ اٹھائے اور نہ باپ کو اس وجہ سے تنگ کیا جائے۔ علیحدگی کے بعد دودھ پلانے کی اجرت باپ کے ذمے ہے اور طاقت کے مطابق معروف خرچ دینا اس کا شرعی فرض ہے، اگر والدین کسی اور رضاعی ماں سے دودھ پلوانے پر راضی ہوں تو وہ بھی جائز ہے بشرطیکہ اس کی اجرت معروف طریقے سے ادا کی جائے۔ رضاعت کا دوسرا بڑا مسئلہ حرمتِ رضاعت ہے: جب کوئی عورت بچے کو مدتِ رضاعت میں مقررہ مقدار کے مطابق دودھ پلا دے تو وہ بچے کی رضاعی ماں بن جاتی ہے اور اس کے ساتھ وہی نسبی حرمت پیدا ہو جاتی ہے جو حقیقی ماں سے ہوتی ہے، اسی طرح رضاعی بہن بھائیوں میں بھی نکاح حرام ہو جاتا ہے۔ اس حکم میں دو حکمتیں پوشیدہ ہیں: ایک یہ کہ دودھ کے ذریعے بچے کی ساخت میں شریک ہونے والی عورت کو ماں کا درجہ دینا اخلاقی و سماجی فطری تقاضا ہے، اور دوسری یہ کہ اس سے خاندانوں کے رشتے آپس میں جڑتے ہیں۔ فقہاء نے مقدار اور مدت کے جزئیات میں اختلاف کیا ہے، مگر اس بنیاد پر سب متفق ہیں کہ رضاعت بچے کا حق ہے اور اس کی اجرت و بندوبست والد کی ذمہ داری ہے۔

حضانت کے مسائل

حضانت سے مراد چھوٹے بچے کی پرورش، دیکھ بھال اور اسے آغوش و تربیت دینا ہے، اور یہ بچے کا حق ہے جس میں والدین کی ذاتی مصلحت سے بچے کی مصلحت مقدم رکھی جاتی ہے۔ فقہاء کے نزدیک عمومی ترتیب یہ ہے کہ سب سے پہلا حق ماں کا ہے بشرطیکہ وہ اہلیت رکھتی ہو، اس کے بعد نانی اور دیگر خواتین رشتہ داروں کا درجہ آتا ہے، اور بچے کے ایک خاص عمر کو پہنچنے کے بعد باپ اور مرد رشتہ داروں کا حق بڑھ جاتا ہے، البتہ سنین اور ترتیب میں مذاہب کے درمیان اختلافات موجود ہیں جن میں باپ کے لیے نشست و تعلیم کی مصلحت اور ماں کے لیے جذباتی نگہداشت کی مصلحت کو ترجیح دی گئی ہے۔ حضانت کی اہلیت کی شرائط میں عقل و بلوغ، امانت و دیانت، بچے کی دیکھ بھال کی جسمانی و ذہنی

صلاحیت، اور ایسی شادی نہ ہونا جو بچے کی پرورش میں رکاوٹ بنے، جیسی باتیں شامل ہیں؛ اگر حاضن ان شرائط سے محروم ہو جائے تو اس کا حق دوسرے مستحق کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ حضانت کا خرچ یعنی بچے کا نان و نفقہ بہر حال باپ پر ہے، کیونکہ حضانت کی ذمہ داری اور مالی ذمہ داری کو اسلام نے الگ الگ رکھا ہے۔ والدین کی علیحدگی کے بعد بچے سے دونوں کی ملاقات کا حق بھی فقہاء نے تسلیم کیا ہے، کیونکہ بچے کی جذباتی صحت کے لیے دونوں رشتے ضروری ہیں، اور جدید ملکی قانون میں بھی حضانت کے مقدمات کا فیصلہ نابالغ کی فلاح کے اصول پر کیا جاتا ہے، جس میں مذہبی تربیت، صحت، تعلیم اور بچے کی عمر و جنس جیسی باتوں کو دیکھا جاتا ہے۔ اہم اصول یہ ہے کہ حضانت کا مقابلہ والدین کی جیت ہار کا میدان نہیں؛ یہ ایک امانت ہے جس کا مرکز صرف بچے کی بھلائی ہے۔

جدول 2: رضاعت و حضانت — بچے کے حقوق کا جائزہ

پہلو	رضاعت	حضانت
مرکز حق	بچے کا جسمانی و غذائی حق	بچے کی پرورش و تربیتی حق
مدت و مرحلہ	دو سال مکمل مدت	بلوغ کی ابتدا تک مرحلہ وار
مالی ذمہ داری	اجرت و اخراجات باپ پر	نفقہ باپ پر، نگہداشت حاضن پر
قانونی اثر	رضاعی حرمت: نکاح کی ممانعت	حق داری کی ترتیب و شرائط
رکاوٹ کی صورت	مشورہ و رضامندی سے متبادل رضاعی انتظام	نااہلی پر حق کی منتقلی

بچوں کے حقوق کے تحفظ میں ان کی اہمیت کا جائزہ

ان دونوں اداروں کی اہمیت کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے بچے کو والدین کی ملکیت نہیں بلکہ مستقل حقوق رکھنے والا انسان تسلیم کیا ہے۔ غذائی حق کی حفاظت رضاعت سے ہوتی ہے، اور جدید طبی تحقیق بھی ماں کے دودھ کو بچے کی قوتِ مدافعت اور ذہنی نشوونما کے لیے بہترین قرار دیتی ہے، یعنی شرعی ترغیب اور سائنسی تقاضا یہاں

ہم آہنگ ہیں۔ نفسیاتی حق کی حفاظت حضانت سے ہوتی ہے، کیونکہ ابتدائی سالوں میں مستحکم آغوش اور محبت بچے کی شخصیت کی بنیاد بنتی ہے، اور یہی وجہ ہے کہ شرع میں چھوٹے بچے کے لیے ماں کو ترجیح دی گئی۔ سماجی حق کی حفاظت رضاعی حرمت اور ملاقات کے حق سے ہوتی ہے، جن سے بچہ خاندانی رشتوں کے وسیع تحفظ میں رہتا ہے۔ معاشی حق کی حفاظت اس سے ہوتی ہے کہ اختلاف و علیحدگی کے باوجود بچے کا خرچ ایک متعین ذمے داری کے تحت جاری رہتا ہے اور ماں کو دودھ پلانے کی اجرت و معروف سلوک کا حق ملتا ہے، جس سے بچے کی کفالت کسی کی احسان مندی نہیں رہتی۔ عصری صورت حال میں جب خاندانی ٹوٹ پھوٹ بڑھ رہی ہے، حضانت کے مقدمے عدالتوں میں عام ہیں اور بچوں کو والدین کے تنازع کا ایندھن بنائے جانے کے المیے سامنے آتے ہیں، تو قرآن۔کریہ اصول مزید نمایاں ہو جاتے ہیں کہ بچے کی وجہ سے کسی فریق کو نقصان نہ پہنچایا جائے اور فیصلوں کا مرکز بچے کی فلاح ہو۔ اسی طرح کام کرنے والی ماؤں کے دور میں رضاعت کے عملی انتظامات کی شرعی گنجائش والدین کو دینی اطمینان کے ساتھ عملی حل دیتی ہے۔

خلاصہ و نتیجہ

نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ رضاعت بچے کے غذائی و جسمانی حق کو دو سال کی مدت، والد کی مالی ذمہ داری اور رضاعی حرمت جیسے احکام سے محفوظ کرتی ہے، جبکہ حضانت اس کی پرورش و تربیت کے حق کو اہلیت کی شرائط، حق داروں کی ترتیب اور بچے کی مصلحت کے اصول سے محفوظ رکھتی ہے۔ دونوں کا مشترکہ مقصد یہ ہے کہ والدین کے تعلقات جیسے بھی ہوں، بچے کے حقوق ان سے متاثر نہ ہوں۔ یہی زاویہ ان احکام کو صرف خاندانی فقہ کے مسائل نہیں بلکہ بچوں کے حقوق کا ایک جامع منشور بنا دیتا ہے، جس کی اہمیت دورِ جدید میں پہلے سے بڑھ گئی ہے۔

سوال نمبر 3: اوقاف اور یتیموں کے حقوق اور سماجی بہبود کا نظام (20 نمبر)

سوال نمبر 3: اوقاف اور یتیموں کے حقوق کا جائزہ لیں اور سماجی بہبود کے نظام پر بحث کریں۔ (20)

تعارف

اسلامی معاشرہ محض افراد کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک ایسا نظام ہے جس میں کمزور طبقوں کی کفالت اداروں کے ذریعے ہوتی ہے۔ ان اداروں میں وقف سب سے پائیدار اور یتیم کی کفالت سب سے حساس موضوع ہے، اور دونوں بنیادی مقام آیات الاحکام میں آتا ہے، جہاں بار بار یتیم کے مال کی حفاظت کی تلقین آئی ہے اور صدقے کو ابدی نیکی قرار دیا گیا ہے۔ اس جواب میں پہلے وقف کا مفہوم، شرائط اور اقسام بیان ہوں گی، پھر یتیموں کے مال و کفالت سے متعلق احکام کا جائزہ لیا جائے گا، اور آخر میں اس پورے بندوبست کو سماجی بہبود کے نظام کے طور پر دیکھا جائے گا کہ یہ زکاۃ، صدقات اور ریاستی ذمہ داری کے ساتھ مل کر فلاحی معاشرے کی بنیاد کیسے بنتا ہے۔

اوقاف: مفہوم، شرائط اور اقسام

وقف کے لغوی معنی روکنا اور حبس کرنا ہے، اور شرعی اصطلاح میں کسی مالدار کا اپنی ملکیت سے کوئی مال نکال کر اس کی اصل کو رب دینا اور اس کے منافع کو ہمیشہ کے لیے کسی نیک مصرف میں لگا دینا وقف کہلاتا ہے۔ اس کی اصل دلیل صدقہ جاریہ کا تصور ہے کہ انسان کے مرنے کے بعد بھی اس کے لیے ثواب جاری رکھنے والے اعمال میں ایک وہ انفاق بھی ہے جو اس کے نام پر ہمیشہ چلتا رہے، اور تاریخ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زمین کی وقف والی روایت اس ادارے کی بنیادی مثال سمجھی جاتی ہے۔ وقف کی شرائط میں یہ باتیں بنیادی ہیں: وقف کرنے والا مال کا مالک و اہل ہو، مال ایسا ہو جس کی اصل باقی رکھ کر فائدہ اٹھایا جا سکے، مصرف نیک و مباح ہو، اور وقف مستقل و حتمی ہو، واپس لینے یا بیچنے کی گنجائش اس میں نہ ہو۔ اسی استحکام کی وجہ سے متولی کا ادارہ وجود میں آیا جو واقف کی شرائط کے مطابق وقف کا انتظام کرتا ہے، اور قاضی و ریاست کی نگرانی اس پر لازم رکھی گئی تاکہ وقف کی آمدنی غبن و خیانت سے محفوظ رہے۔ اقسام کے اعتبار سے وقف خیری عام فائدے کے لیے ہوتا ہے، مثلاً مسجد، مدرسہ، اسپتال، کنواں اور سرائے؛ وقف اہلی اولاد و خاندان کی کفالت کے لیے ہوتا ہے، اور اس کا بقایا حصہ آخر کار خیرات کی طرف جاتا ہے؛ اور مخلوط وقف بھی ممکن ہے۔ اسلامی تاریخ میں یہی ادارہ تعلیم، صحت، پانی کی فراہمی، مسافروں کی رہائش اور علما و طلبہ کی کفالت کا سب سے بڑا ذریعہ رہا ہے، جس نے کئی صدیوں تک ریاست کے بغیر بھی فلاحی نظام چلا کر دکھایا۔

یتیموں کے حقوق کا جائزہ

یتیم سے مراد وہ نابالغ بچہ ہے جس کے سر سے باپ کا سایہ اٹھ گیا ہو، اور قرآن نے اس کے بارے میں غیر معمولی تاکید کی ہے۔ اس کے حقوق کا مرکزی محور اس کے مال کی حفاظت ہے: قرآن نے یتیم کے مال کو اس وقت تک سنبھال کر رکھنے کا حکم دیا ہے جب تک وہ بلوغ اور رشد کو نہ پہنچ جائے، اس کے مال کو ناحق کھانے کو آگ کھانے سے تشبیہ دی گئی ہے، اور اس کے مال کے قریب بھی ناجائز انداز میں جانے سے روکا گیا ہے۔ سرپرست کے لیے ضابطہ یہ ہے کہ اگر وہ مالدار ہو تو یتیم کے مال سے کچھ نہ لے، اور اگر ضرورت مند ہو تو معروف و مناسب حد تک اجرت لے سکتا ہے، اور مال واپس کرتے وقت گواہ بنانا چاہیے تاکہ حساب صاف رہے۔ دوسرا حق کفالت و پرورش ہے: یتیم کی تربیت، تعلیم اور شفقت کو دین کا اصل قرار دیا گیا ہے اور یتیم کے سر پر ہاتھ رکھنے جیسے جذباتی رویوں کی ترغیب دی گئی ہے، اور جو لوگ یتیم کو دھتکارتے ہیں انہیں نماز کے باوجود دین کو جھٹلانے والوں میں شمار کیا گیا ہے۔ تیسرا حق سماجی و مالی شمولیت ہے: زکاۃ و صدقات میں یتیم کو ترجیح دینے اور وراثت کی تقسیم میں اس کا ذکر، اور وراثت کی مجلس میں موجود یتیموں و مسکینوں کو کچھ دے دینے کی تلقین اسی شمولیت کی صورتیں ہیں۔ چوتھا حق تحفظی ضمانت ہے: اس کے مال کو اپنے مال میں بے احتیاطی سے ملانے کی بھی فقہاء نے حدود مقرر کی ہیں اور بلوغ کے بعد اس کی آزمائش کر کے رشد ثابت ہونے پر ہی مال اس کے حوالے کرنا چاہیے۔ ان احکام سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام نے یتیم کو ترس کا نہیں، حقوق کا مستحق بنایا ہے۔

سماجی بہبود کے نظام پر بحث

اوقاف اور یتیموں کے حقوق کو زکاۃ، صدقات، کفالات اور فیملی نظام کے ساتھ ملا کر دیکھا جائے تو ایک مکمل سماجی بہبود کا نظام ابھرتا ہے جس کی تین سطحیں ہیں۔ پہلی سطح خاندان و برادری کی ہے، جہاں وراثت، نفقہ اور کفالت کے احکام کمزور رشتہ داروں کی ذمہ داری خاندان پر رکھتے ہیں، تاکہ فرد معاشرے میں تنہا نہ رہ جائے۔ دوسری سطح کمیونٹی اداروں کی ہے، جس کا سب سے نمایاں ادارہ وقف ہے؛ وقف کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ عطیے کی رضا کو قانونی استحکام دے کر صدیوں تک چلنے والی فلاحی خدمات پیدا کرتا ہے، اور یہ جدید غیر منافع بخش شعبے اور انڈاؤمنٹ نظام کی اسلامی صورت ہے۔ تیسری سطح ریاست کی ہے، جس کا فریضہ بیت المال اور نظامِ زکاۃ کے ذریعے ان افراد کی کفالت

ہے جن کا کوئی والی وارث نہ ہو، اور اوقاف کی نگرانی بھی اسی ذمہ داری میں شامل ہے۔ اس نظام کی خوبصورتی یہ ہے کہ یہ عطیے کو ذاتی نیکی سے نکال کر ادارہ جاتی تسلسل میں بدل دیتا ہے اور فلاح کو چندہ مہم نہیں بلکہ مستقل نظام بنا دیتا ہے۔ افسوس کہ مسلم معاشروں میں اوقاف کی بڑی جائیدادیں کمزور انتظام، قانونی پیچیدگیوں اور بدعنوانی کی وجہ سے اپنا کردار پوری طرح ادا نہیں کر رہیں؛ اگر شفاف انتظام، جدید وقف قوانین اور نقد و کاروباری وقف کی نئی صورتوں کو صحیح رخ دیا جائے تو یہ ادارہ تعلیم و صحت کی فلاحی فراہمی میں بڑا کردار دوبارہ ادا کر سکتا ہے۔ اسی طرح یتیموں کی کفالت کی تمام شکلیں اگر شرعی احکام یعنی مال کی امانت، علیحدہ حساب اور بلوغ پر حوالگی کو اپنا ضابطہ بنائیں تو عوامی اعتماد بھی بڑھے گا اور حق بھی ادا ہو گا۔

جدول 3: سماجی بہبود کے اسلامی نظام کی سطحیں

کردار	ادارے / اقدام	سطح
قریبی رشتہ داروں کی ذمہ داری	نفقہ، وراثت، کفالتِ یتیم	خاندان
پائیدار فلاحی خدمات کی فراہمی	وقف، صدقہ جاریہ، مسجد و مدرسہ	کمیونٹی
بے سہارا افراد کی حتمی کفالت	بیت المال، زکاۃ کا نظام، اوقاف کی نگرانی	ریاست
روزمرہ ضرورتوں کی فوری تکمیل	صدقات، کفارات، فدیہ	فرد

خلاصہ و نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ وقف اسلامی بہبود کا سب سے پائیدار ادارہ ہے جو اصل مال کو روک کر اس کے منافع کو ہمیشہ کے لیے فلاح میں لگاتا ہے، اور یتیموں کے حقوق میں مال کی امانت داری، کفالت، تعلیم اور باعزت شمولیت شامل ہے۔ دونوں مل کر اس اصول کو عملی شکل دیتے ہیں کہ دولت کا حق صرف مالک تک محدود نہیں، اور معاشرے کے سب سے

کمزور فرد کی کفالت نظام کی کامیابی کا اصل امتحان ہے۔ طالب علم کے لیے اہم نکتہ یہ ہے کہ آیات الاحکام کی یہ سماجی جہت عبادات کے احکام سے کسی درجے کم نہیں، بلکہ دین کے سماجی انصاف کے دعوے کی عملی بنیاد ہے۔

سوال نمبر 4: وراثت اور وصیت کے اصول اور تقسیمِ دولت میں ان کی حکمت (20 نمبر)

سوال نمبر 4: وراثت اور وصیت کے اصولوں کا تجزیہ کریں اور تقسیمِ دولت میں ان کی حکمت کو واضح کریں۔ (20)

تعارف

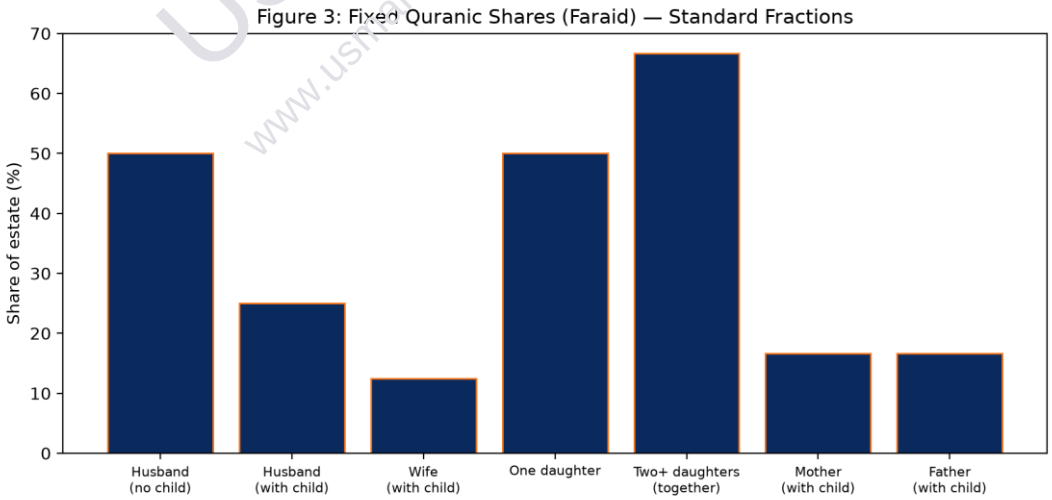
وراثت اور وصیت اسلامی قانون کے وہ ابواب ہیں جن میں مال کی موت کے بعد کی منتقلی کا مکمل نظام دیا گیا ہے، اور سورۃ النساء کی آیات نے ان احکام کو اتنی تفصیل سے بیان کیا ہے کہ علم الفرائض کو الگ فن کی حیثیت حاصل ہو گئی۔ اس نظام کی خصوصیت یہ ہے کہ مرنے والے کی آزادیِ وصیت کی صورت میں محدود رکھی گئی ہے جبکہ اولاد، والدین اور شریکِ حیات جیسے قریبی رشتوں کے حصے خود قانون نے مقرر کر دیے ہیں۔ اس جواب میں پہلے وراثت کے بنیادی اصول اور اصحاب الفرائض کا نقشہ پیش کیا جائے گا، پھر وصیت کی شرائط و حدود بیان ہوں گی، اور آخر میں اس سوال کا تجزیہ کیا جائے گا کہ یہ نظام تقسیمِ دولت میں کیا حکمت رکھتا ہے اور سرمایہ کے ارتکاز کو روکنے میں اس کا کردار کیا ہے۔

وراثت کے اصول

وراثت سے مراد میت کے چھوڑے ہوئے مال کا اس کے شرعی ورثاء کی طرف منتقل ہونا ہے، اور اس منتقلی سے پہلے قانون نے ایک لازمی ترتیب مقرر کی ہے: سب سے پہلے میت کے مال سے اس کی تجہیز و تکفین کا معقول خرچ نکالا جائے گا، پھر اس کے قرضے ادا کیے جائیں گے، پھر اس کی جائز وصیت نافذ ہو گی، اور اس کے بعد بچا ہوا مال ورثاء میں تقسیم ہو گا۔ ورثاء کی دو بڑی قسمیں ہیں: اصحاب الفرائض، یعنی وہ جن کے حصے قرآن نے متعین کر دیے ہیں، جیسے شوہر، بیوی، باپ، ماں، بیٹی، بہن وغیرہ، اور عصبہ، یعنی وہ

مرد رشتہ دار جو مقررہ حصوں کے بعد باقی ماندہ حاصل کرتے ہیں، جیسے بیٹا وغیرہ۔ مقررہ حصوں کا نظام چھ بنیادی حصوں پر مشتمل ہے: نصف، چوتھائی، آٹھواں حصہ، دو تہائی، ایک تہائی اور چھٹا حصہ، اور ورثاء کی موجودہ ترکیب کے مطابق یہ حصے بدلتے ہیں، مثلاً اولاد کی موجودگی میں شوہر کا حصہ ایک چوتھائی اور بیوی کا آٹھواں حصہ رہ جاتا ہے، جبکہ اولاد نہ ہو تو شوہر نصف اور بیوی چوتھائی پاتی ہے۔ [illegible] کے اصول بھی متعین ہیں: قاتل مقتول کا وارث نہیں بنے گا، اور مختلف شرعی رکاوٹوں کی تفصیل فقہ میں بیان ہے۔ عورت کے حصے کے بارے میں یہ بات بنیادی طور پر سمجھی جانی چاہیے کہ بیٹی کا حصہ بیٹے کے نصف ہے مگر ماں، بیوی اور بہن کی صورتوں میں عورت مرد کے برابر یا اس سے زیادہ حصہ بھی پا سکتی ہے، اور اس کے ساتھ عورت کے مال پر کسی کا خرچ واجب نہیں جبکہ مرد پر اہلِ خانہ کا نفقہ لازم ہے، یعنی حصے کا یہ نظام ذمہ داریوں کے نظام سے جڑا ہوا ہے۔ یہ اتنا منظم نظام ہے کہ میت کے مال میں کسی مقدمے کے بغیر ہر رشتے کا حق خودکار طریقے سے طے ہو جاتا ہے، جس سے دولت کی منتقلی میں جھگڑے اور تاخیر کم سے کم ہو جاتی ہے۔

USMAN NOTES www.usmannotes.com



خاکہ 1: قرآن کے مقرر کردہ حصے (فرائض) — منتخب مثالیں

وصیت کے اصول

وصیت سے مراد مرنے والے کا اپنی زندگی میں یہ ہدایت کرنا ہے کہ اس کے مال کا کچھ حصہ اس کی وفات کے بعد کسی معین شخص یا نیکی کے کام کو دیا جائے۔ اسلامی قانون نے وصیت کو پابند حدود کے ساتھ جائز رکھا ہے جن میں سب سے اہم حد تہائی مال ہے، یعنی وفات کے وقت کے کل مال کے ایک تہائی سے زیادہ کی وصیت ورثاء کی اجازت کے بغیر نافذ نہیں ہو گی۔ دوسری بنیادی حد یہ ہے کہ وارث کے حق میں وصیت نہیں ہو گی، کیونکہ وارث کا حصہ قانون نے خود مقرر کر دیا ہے اور وصیت کے ذریعے اس نظام کو بدلنا دوسروں کے حقوق میں مداخلت ہو گا، البتہ باقی ورثاء رضامند ہوں تو اس کی گنجائش بعض فقہاء نے دی ہے۔ تیسری شرط یہ کہ وصیت کسی مباح و نیک کام یا کسی ایسے غیر وارث ضرورت مند کے لیے ہو جو شرعی طور پر اس کا مستحق ہو؛ گناہ کے کام کے لیے وصیت نافذ نہیں ہوتی۔ چوتھی بات ترتیب کی ہے کہ وصیت قرضوں کی ادائیگی کے بعد اور میراث سے پہلے نافذ ہو گی، اور اگر وصیت اور واجب قرض میں ٹکراؤ ہو تو قرض مقدم ہے۔ وصیت کی حکمتیں واضح ہیں: ایک طرف یہ مرنے والے کو ان رشتہ داروں یا ضرورت مندوں کے ساتھ انصاف کا موقع دیتی ہے جو وراثت کے مقررہ نظام میں حصہ نہیں پاتے، مثلاً یتیم پوتا، فقیر رشتہ دار یا کوئی فلاحی کام؛ دوسری طرف اس کی حد بندی نظام وراثت کو فرد کی مرضی کے رحم و کرم پر چھوڑنے سے روکتی ہے۔ جدید قانون میں اسی نوعیت کی حدود کئی ممالک میں وارثوں کے محفوظ حصے کی صورت میں موجود ہیں، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وصیت کی آزادی پر یہ اسلامی قدغن دراصل عالمی قانونی دانش سے ہم آہنگ ہے۔

جدول 4: وراثت اور وصیت کا موازنہ

پہلو	وراثت	وصیت
ماخذ	قرآن کے مقرر کردہ حصے	میت کی ہدایت، شرعی حدود کے اندر
حق دار	قریبی رشتہ دار اصحاب الفرائض و عصبہ	غیر وارث ضرورت مند یا نیک کام
حد	پورا بچا ہوا ترکے کا نظام	زیادہ سے زیادہ تہائی مال

مرضی پر مبنی مگر مقید	قانونی ولازمی، مرضی سے باہر	مرضی کا دخل
قرض کے بعد، میراث سے پہلے	کفن، قرض اور وصیت کے بعد	نفاذ کی ترتیب

تقسیمِ دولت میں حکمت کا تجزیہ

اس نظام کی تقسیم دولت میں حکمت کو کئی زاویوں سے دیکھا جا سکتا ہے۔ سب سے بڑی حکمت دولت کی گردش اور ارتکاز کی روک ہے: ہر نسل کے اختتام پر جائیداد ایک وارث کے پاس مرکوز رہنے کے بجائے بیٹیوں، والدین، شریکِ حیات اور بہن بھائیوں سمیت کئی افراد میں تقسیم ہو جاتی ہے، اور چند نسلوں میں ایک بڑی دولت کئی خاندانوں کی معاشی بنیاد بن جاتی ہے؛ یہ وہ خود کار نظام ہے جسے جدید معاشیات مسئلہ ارتکاز کے حل کے طور پر تلاش کرتی ہے۔ دوسری حکمت ذمہ داری اور حق کا تناسب ہے: حصے صرف رشتے کی قربت پر نہیں بلکہ مالی ذمہ داریوں کی قربت پر بھی مرتب ہیں، اس لیے مرد کے زیادہ حصے کے ساتھ اس پر نفقہ کی مکمل ذمہ داری اس کا توازن بنا دیتی ہے۔ تیسری حکمت خاندانی تحفظ ہے: والدین اور شریکِ حیات جیسے وہ افراد جو بڑھاپے یا بیوگی میں کمانے کی صلاحیت سے محروم ہو سکتے ہیں، انہیں لازمی حصہ دے کر بڑھاپے کی معاشی بے بسی سے بچایا گیا ہے، جبکہ جاگیر دارانہ نظاموں میں یہ افراد اکلوتے وارث کی مہربانی کے محتاج ہوتے تھے۔ چوتھی حکمت عدالتی آسانی ہے: چونکہ حصے پہلے سے متعین ہیں، اس لیے ترکے کی تقسیم میں مقدمہ بازی اور خاندانی جھگڑے کم ہوتے ہیں، البتہ یہ تلخ حقیقت بھی موضوع سے متعلق ہے کہ بعض معاشروں میں روایتی دباؤ سے عورتوں کو ان کا شرعی حصہ نہیں دیا جاتا، جو اس نظام کی نہیں بلکہ اس پر عمل نہ کرنے کی خرابی ہے، اور ریاست و علماء دونوں کی ذمہ داری ہے کہ اس محرومی کا سدباب کریں۔ پانچویں حکمت وصیت کی محدود آزادی میں ہے، جو فرد کی خیر خواہی کو موقع دیتی ہے مگر ترکے کے نظام کی انصاف پسندی کو فرد کے وقتی فیصلے سے تباہ نہیں ہونے دیتی۔

خلاصہ و نتیجہ

نتیجہ یہ ہے کہ وراثت کا نظام مقررہ حصوں، ترتیبِ ادائیگی اور محرومیت کے اصولوں پر مبنی ایک لازمی و ہمہ گیر نظام ہے، جبکہ وصیت اس کے اندر ایک تہائی تک کی مقید آزادی ہے جو نظامِ میراث کی خامیوں کو نہیں بلکہ اس کی تکمیل کرتی ہے۔ دونوں کی مشترکہ حکمت یہ ہے کہ دولت کسی ایک ہاتھ یا ایک نسل میں جمنے کے بجائے وسیع دائرے میں

گردش کرے، ذمہ داری اور حق متناسب رہیں، اور کمزور رشتہ داروں کا تحفظ قانون کی ضمانت سے ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اس باب کو آیات الاحکام میں سب سے مفصل احکام میں شمار کیا جاتا ہے اور اسے آدھا علم قرار دیا گیا ہے۔

سوال نمبر 5: سود کی حرمت کے دلائل اور اس کے معاشی اثرات کا تنقیدی جائزہ (20 نمبر)

سوال نمبر5: سود کی حرمت کے دلائل کو بیان کریں اور اس کے معاشی اثرات کا تنقیدی جائزہ لیں۔ (20)

تعارف

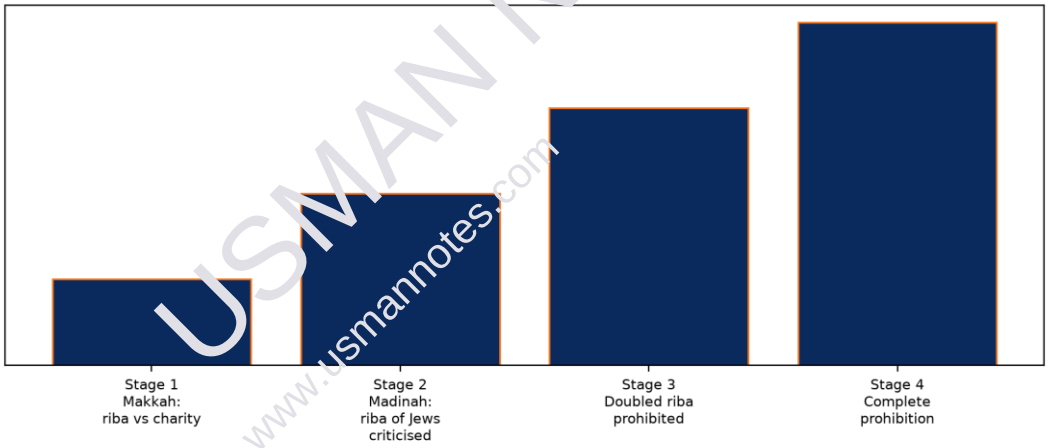
سود یعنی ربا ان موضوعات میں سے ہے جن پر قرآن مجید نے سب سے سخت وعید بیان کی ہے اور جن کا تعلق دورِ جدید کی پوری معیشت سے ہے، کیونکہ آج کی بینکاری، قرض اور سرمایہ کاری کا ڈھانچہ بڑی حد تک سود پر قائم ہے۔ اس جواب میں پہلے سود کی تعریف اور اس کی اقسام بیان ہوں گی، پھر اس کی حرمت کے نقلی دلائل یعنی قرآن و سنت کے نصوص تدریج کے ساتھ پیش کیے جائیں گے، اس کے بعد عقلی و اخلاقی دلائل کا جائزہ آئے گا، اور آخر میں سود کے معاشی اثرات کا تنقیدی تجزیہ کیا جائے گا جس میں اس کے حق میں پیش کیے جانے والے دلائل کا بھی منصفانہ جائزہ شامل ہو گا۔

سود کی تعریف، اقسام اور تدریجی حرمت

ربا کے لغوی معنی زیادتی اور بڑھوتری کے ہیں، اور شرعی اصطلاح میں قرض یا بعض تبادلوں میں بغیر کسی حقیقی عوض کے مشروط زیادتی کو ربا کہا جاتا ہے۔ فقہاء نے اس کی دو بڑی قسمیں بیان کی ہیں: پہلی ربا النسیئۃ، یعنی قرض کی مدت کے بدلے میں مقررہ اضافہ، جو دورِ جاہلیت کا مشہور سود تھا کہ قرض کی ادائیگی پر اصل کے ساتھ اضافی رقم شرط کر لی جاتی تھی یا مدت بڑھنے پر رقم بھی بڑھتی جاتی تھی؛ اور دوسری ربا الفضل، یعنی چھ مخصوص جنسوں، سونا، چاندی، گندم، جو، کھجور اور نمک، کے آپس کے تبادلے میں یکساں جنس کی کمی بیشی، جسے احادیث نے منع کر کے سود کے ہر چور دروازے کو بند کیا ہے۔ حرمت کی تدریج بھی قابلِ غور ہے: مکہ میں سورۃ الروم میں بتایا گیا کہ سود سے بڑھنے والا مال

اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا جبکہ زکاۃ سے بڑھتا ہے؛ پھر سورۃ آل عمران میں دوگنے چوگنے سود سے روکا گیا؛ پھر سورۃ النساء میں اہلِ کتاب کے سود لینے کی مذمت آئی؛ اور آخر میں سورۃ البقرہ میں قطعی اعلان آیا کہ اللہ نے بیع کو حلال اور سود کو حرام کیا ہے، اور سود چھوڑنے والوں کے لیے امن جبکہ اس پر اصرار کرنے والوں کے لیے اللہ و رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ کی وعید آئی، جو قرآن میں کسی دنیوی حرام کی سخت ترین تعبیر ہے۔ احادیث میں سود کھانے، کھلانے، لکھنے اور گواہ بننے والے سب پر لعنت کی گئی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پورے سودی نظام کی سرپرستی و شرکت کی ممانعت ہے۔

Figure 4: Gradual (Tadriji) Prohibition of Riba in the Quran



خاکہ 2: قرآن میں سود کی حرمت کی تدریج

حرمت کے عقلی و اخلاقی دلائل

نقلی دلائل کے ساتھ فقہاء و مفکرین نے سود کی حرمت کے عقلی دلائل بھی مرتب کیے ہیں۔ پہلا دلیل یہ ہے کہ سود میں نفع یقینی اور خطرہ یک طرفہ ہے: قرض دینے والا ہر حال میں اضافہ پاتا ہے جبکہ کاروبار کرنے والا نفع نقصان دونوں کا سامنا کرتا ہے، اس لیے یہ معاہدہ توازن و انصاف کے خلاف ہے۔ دوسرا دلیل یہ ہے کہ رقم بجائے خود پیداوار نہیں کرتی؛ پیداوار محنت، کاروبار اور خطرے سے ہوتی ہے، اس لیے محض وقت گزرنے پر مال بڑھنے کا دعویٰ ایک ایسی آمدنی ہے جس کے مقابل کوئی حقیقی قدر نہیں بنتی، اور قرآن کا بیع کو حلال و سود کو حرام کہنا اسی فرق پر ہے کہ بیع میں مال و محنت کا تبادلہ ہوتا ہے اور سود میں نہیں۔ تیسرا دلیل اخلاقی ہے: قرض اصل میں ضرورت مند کی مدد کا

معاملہ تھا، سود اسے کمائی کا ذریعہ بنا کر ضرورت مند کی مجبوری سے نفع اٹھاتا ہے، جس سے رحم و تعاون کا جذبہ مر جاتا ہے۔ چوتھا دلیل سماجی ہے: سود دولت کو قرض دینے والوں کے پاس اکٹھا کرنے کا خودکار نظام ہے، کیونکہ غریب سود ادا کرتا ہے اور امیر سود وصول کرتا ہے، یوں خلاہر دور میں بڑھتا جاتا ہے، جبکہ زکاۃ اس کا الٹا نظام ہے کہ دولت یافتہ سے لے کر ضرورت مند کی طرف گردش کرتی ہے۔ پانچواں دلیل معاشی استحکام سے متعلق ہے کہ سودی نظام بحرانوں کو بڑھاتا ہے، کیونکہ قرضوں کی زنجیر حقیقی پیداوار سے کئی گنا بڑھ جاتی ہے اور کساد کی صورت میں دیوالیہ پن کا سلسلہ معیشت کو جکڑ لیتا ہے؛ 2008ء کے عالمی مالی بحران کے بعد کئی غیر مسلم ماہرین معاشیات نے بھی قرض و سود کے بے لگام پھیلاؤ پر بنیادی تنقید کی ہے، جو اس فہم کی تائید کرتی ہے۔

جدول 5: سود کے حق میں عام دلائل اور ان کا جائزہ

سود کی حمایت میں دلیل	تنقیدی جائزہ
سود وقت اور خطرے کی قیمت ہے	خط صحیح معنوں میں سود برداشت نہیں کرتا؛ سود ہر حال میں ملتا ہے، نقصان کا خطرہ مقروض پر رہتا ہے
سود بچت کی ترغیب دیتا ہے	بچت کی ترغیب شراکتی منافع اور محفوظ سرمایہ کاری سے بھی ممکن ہے؛ سود پس انداز کو غیر پیداواری قرض کی طرف بھی لے جاتا ہے
جدید بینکاری سود کے بغیر ناممکن ہے	اسلامی بینکاری کا عملی تجربہ ظاہر کرتا ہے کہ مرابحہ، اجارہ و مشارکہ جیسی صورتوں سے بینکاری چل سکتی ہے، اگرچہ ان کی اصلاح مسلسل موضوع ہے
مہنگائی انڈیکسیشن وغیرہ الگ تکنیکی مسائل ہیں؛ فقہاء کے نزدیک یہ قرض کو سودی جواز نہیں دیتا، اور مہنگائی خود سودی نظام کی پیداوار بھی قرار دی جاتی ہے	مہنگائی کی تلافی کے لیے سود ضروری ہے

معاشی اثرات کا تنقیدی جائزہ

سود کے معاشی اثرات کا جائزہ تین سطحوں پر لیا جا سکتا ہے۔ فرد و گھرانے کی سطح پر کنزیومر قرض، کریڈٹ کارڈ اور قسطوں کے نام پر سود کم آمدنی والوں کو قرض کے جال میں پھنساتا ہے، جس میں اصل سے زیادہ سود ادا ہو جاتا ہے اور خاندان معیشت بچت کے بجائے قسطوں کے گرد گھومنے لگتی ہے۔ قومی سطح پر حکومتوں کا سودی قرض بجٹ کا بڑا حصہ سود کی ادائیگی میں لے جاتا ہے، جس سے ترقیاتی اخراجات سکڑتے ہیں؛ پاکستان سمیت کئی ترقی پذیر ملکوں میں سود کی ادائیگی دفاع و تعلیم سے بڑھ جانا اسی مسئلے کی عملی شکل ہے۔ عالمی سطح پر سود مبنی نظام آمدنی کی عدم مساوات کو تیز کرتا ہے، کیونکہ اثاثے رکھنے والے سود و کرایہ سے مستقل آمدنی پاتے ہیں جبکہ صرف محنت رکھنے والا مہنگائی کی دوڑ میں پیچھے رہ جاتا ہے۔ تنقیدی انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ سود کے ان فوائد کو بھی نظر انداز نہ کیا جائے جو اس کے حامی شمار کرتے ہیں: سودی نظام میں قرض کی فراہمی آسان و منظم ہو جاتی ہے، بچتیں بینکوں میں جمع ہوتی ہیں اور شرح سود مہنگائی قابو کرنے کا مرکزی پالیسی اوزار بنتی ہے۔ کچھ اسلامی تجزیے کے نزدیک یہ فوائد نظام کی آسانی کے ہیں، اصول کی درستگی کے نہیں؛ اور حقیقی سوال یہ ہے کہ آیا انہی سہولتوں کو غیر سودی بنیادوں پر حاصل کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ اسلامی بینکاری اور مالیات کا کئی دہائیوں کا تجربہ، سکوک، تکافل اور شراکتی فنڈز جزوی طور پر مثبت جواب دیتا ہے، اگرچہ اس تجربے پر یہ تنقید بھی بجا طور پر ہوتی ہے کہ بعض اسلامی مصنوعات شکلاً غیر سودی اور عملاً سود سے قریب ہو جاتی ہیں، اس لیے اصلاح، شفافیت اور مقاصد سے وفاداری اس شعبے کی مستقل ضرورت ہے۔ اختتامی بات یہ ہے کہ حرمت کا فیصلہ نتائج کی بدلتی کسوٹی پر نہیں بلکہ نص پر ہے، مگر نتائج کا جائزہ اس نص کی حکمت کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔

خلاصہ و نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ سود کی حرمت قرآن کی قطعی نصوص اور سنت کی سخت وعید سے ثابت ہے، اس کی تدریجی ممانعت اس کی سنگینی کو کم نہیں کرتی بلکہ معاشرتی حقیقت پسندی کو دکھاتی ہے۔ عقلی دلائل اسے نفع کی یک طرفہ ضمانت، پیداوار سے بے جوڑ آمدنی اور دولت کے ارتکاز کا نظام قرار دیتے ہیں، اور معاشی اثرات کا تنقیدی جائزہ گھریلو قرض کے

جال، حکومتی بجٹ پر بوجھ اور عالمی عدم مساوات کی صورت میں ان دلائل کی تصدیق کرتا ہے۔ طالب علم کے لیے اصل نکتہ یہ ہے کہ اس موضوع کو جذبات کے بجائے دلیل سے سمجھا جائے اور متبادل نظام کی تعمیر کو اسی سنجیدگی سے پڑھا جائے جس سنجیدگی سے حرمت کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔

USMAN NOTES
www.usmannotes.com